جدید تعلیمی فکر کی بنیادوں، اسلامی تصورِ تہذیب، عملِ تعلیم کی نمو، پاکستان میں علم سے بیگانہ معاشرے کی صورتِ حال، اور تعلیم کے مقاصد پر بحث کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں دنیا کی مختلف تہذیبوں، ثقافتوں، نظام ہائے زندگی، اور افکار و نظریات پر تنقید کر کے، اسلامی نظامِ حیات اور دینی عقائد و افکار کو واضح کیا ہے۔ پوری کتاب میں مختلف مباحث میں یہی جذبہ کارفرما ہے کہ صحیح علم اور صحیح تعلیم و تربیت کا مؤثر نظامِ تعلیم کس طرح تشکیل پاتا ہے اور اس کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں، نیز ان خصوصیات کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ علمی اسلوبِ بیان نے موضوع کی مناسبت سے بعض مقامات پر بعض مباحث میں اسے فلسفہ تعلیم کی کتاب بنا دیا ہے، تاہم مصنف کی نفسِ مضمون پر عالمانہ گرفت نے اس میں سلاست و روانی بھی پیدا کی ہے۔ ضرورت ہے کہ تعلیم و تعلم سے شغف رکھنے والے اصحابِ علم کے علاوہ، ایسی کتابیں، اُن پیشہ ورانہ تدریسی اداروں اور ان اربابِ اقتدار تک پہنچائی جائیں جو نظامِ تعلیم اور مقاصدِ تعلیم کا تعین کر کے تعلیمی منصوبے بناتے اور انھیں ملک بھر میں نافذ کرنے کے ذمے دار ہیں۔ (ظفر حجازی)

تعمیرِ پاکستان، ڈاکٹر محمد آفتاب خاں۔ ناشر: ادبیات، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۳۷۳۶۱۴۰۸۔ صفحات: ۳۵۰۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

کتاب کے سرورق پر ضمنی عنوان ہے: ''مذہبی، ثقافتی محرکات: کل اور آج''۔ بقول مصنف:

''کتاب کا مقصدِ تحریر صرف یہ ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کو بالعموم اور نسلِ نو کو بالخصوص یہ باور کرایا جائے کہ ربِ کریم نے اسلام کے نفاذ کے لیے ہمیں جو تجربہ گاہ پاکستان کی شکل میں عطا کی، اس کی قدر و قیمت اور اہمیت کو پہچانیں''۔ (ص ۱۴)

تحریکِ پاکستان کے تاریخی پس منظر کے تحت تحریکِ مجاہدین، فرائضی تحریک، شمالی علاقوں میں مُلّا پاوندہ اور فقیر ایپی کی جدوجہد اور انگریز مخالف سرگرمیوں، برطانوی استعمار کی چال بازیوں، انگریزوں کے تعلیمی نظام کے تباہ کن اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کی مسلم دشمنی اور ان کے مقابلے میں ملتِ اسلامیہ کے زعما (علامہ اقبال، قائداعظم اور سید ابوالاعلیٰ مودودی) کی کاوشوں کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

مصنف نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کے حصہ اوّل (ص ۲۵ تا ۱۵۲) میں شامل بیش تر معلومات پروفیسر سید محمد سلیم (م: ۲۷؍اکتوبر ۲۰۰۰ء) کی کتاب تاریخ نظریہ پاکستان سے اخذ کی گئی ہیں، تاہم مصنف نے دیگر مآخذ سے بھی بخوبی استفادہ کیا ہے اور آخر میں کتابیات کی مفصل فہرست بھی دی ہے۔ دیباچہ نگار ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ کے خیال میں: مصنف ایک محبِ وطن اور دردمند دل رکھنے والے انسان ہیں اور حصولِ پاکستان کے دوران دی جانے والی جانی و مالی قربانیوں کے عینی شاہد بھی ہیں۔ انھوں نے نہایت محنت اور خلوص سے یہ یاد دلایا ہے کہ علاقائی تعصبات اور علیحدگی پسندی اور قومیت پرستی کے رجحانات جیسے سو سال پہلے خطرناک تھے، آج بھی اسی طرح تشویش ناک اور زہرناک ہیں۔ (ص ۲۱، ۲۲)

کتاب کا موضوع بہت عمدہ ہے۔ مصنف نے محنت بھی کی ہے مگر زبان و بیان کمزور ہے، اشعار میں خاص طور پر غلطیاں نظر آتی ہیں: (صفحات: ۱۱، ۱۷، ۲۵، ۲۶، ۳۶، ۳۸، ۳۹، ۴۵، ۶۲، ۶۳، ۱۳۷، ۱۵۲، ۲۶۲، ۳۳۱ اور انتساب کا صفحہ وغیرہ)۔ کتاب کی تدوین بھی ناقص ہے۔ ص ۱۰۱ کے حاشیے کی باتیں، ص ۲۲۵ پر مکرر لکھ دی گئی ہیں وغیرہ (تھوڑی سی مشاورت یا نظرثانی سے یہ خامیاں دُور ہوسکتی تھیں) مگر بعض کمزور پہلوؤں کے باوجود مصنف کی دردمندی، راست فکری اور پُرخلوص جذبات میں کلام نہیں۔

مصنف نے ایک حاشیے میں نام لیے بغیر علامہ اقبال کے 'بعض مداحوں اور محققوں' سے شکوہ کیا ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال اور سید مودودی کے باہمی روابط سے صرفِ نظر کر کے تاریخی حقائق سے گریز کیا ہے۔ فاضل مصنف کا یہ شکوہ اس لیے درست نہیں ہے کہ بعض نام نہاد سیکولر دانش وروں، قادیانیوں اور پرویزی مصنفین کے علاوہ کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ علامہ اقبال نے مولانا مودودی کو دکن سے ہجرت کر کے پنجاب آنے کی دعوت دی تھی اور مولانا بھی علامہ سے دو تین ملاقاتیں کر کے مطمئن ہو کر مارچ ۱۹۳۸ء میں پٹھان کوٹ پہنچے تھے، مگر اس سے پہلے کہ مولانا لاہور آکر علامہ سے تجدید ملاقات کرتے اور مستقبل کے علمی منصوبوں پر کچھ بات کرتے ۲۱؍اپریل کو باری تعالیٰ نے علامہ کو اپنے پاس بلالیا۔ اقبال اور مودودی کے روابط پر اقبال کے آخری زمانے کے بعض ہم نشین رفقا اور خود ان کے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال کی شہادتیں